بھی شدید نقصان پہنچایا۔ اور یہ دونوں باتیں عالم اسلام مسلمانوں، عربوں، حریت پسند اقوام اور سامراج دشمن عناصر کے لیئے فال نیک نہیں ہیں ـــــ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی حالت زار پر رحم فرمائے۔

مرکزی وزیر قانون مسٹر ایس ایم ظفر صاحب نے ایک پریس کانفرنس میں انکشاف کیا کہ حکومت اسلامی تحقیقاتی ادارہ" (اسلامک انسٹی ٹیوٹ) کے ذریعہ اسلامی قوانین و احکام سے متعلق ایک جامع کتاب مرتب کروا رہی ہے۔ یہ کتاب چار سال کے اندر مکمل ہو کر عدالتوں کی رہنمائی کیلئے استعمال ہو سکے گی۔ نیز یہ بھی ارشاد فرمایا کہ اس جامع اور اساسی کتاب میں جدید علماء کے افکار کو بھی جگہ دی جائیگی"۔ جہاں تک اسلامی قوانین کے ترتیب و تدوین کا سوال ہے، ہم اسکی ہر لحاظ سے تحسین کریں گے۔ کیونکہ پاکستان بجائے خود منزل نہیں بلکہ حصول مقصد (اسلامی نظام اور کتاب و سنت کے نفاذ) کا ذریعہ ہے۔ اور جتنا بھی جلد ہو سکے، اس ملک میں کتاب و سنت کی حکمرانی اور انہی بنیادوں پر اسلامی معاشرہ برپا ہونا چاہیئے۔ لیکن "اسلامی قانون" پر مشتمل یہ کتاب اگر اس "اسلامی تحقیقاتی ادارہ" کے ذریعہ مدون ہو جس کا مشغلہ آج تک دین کے مسلمات سے تلاعب، تمسخر اور اسے مشق مسخ و تحریف بنانے کے سوا کچھ نہیں رہا۔ تو اسلامیان پاکستان اسے ہرگز قبول نہیں کر سکیں گے۔ ان "جدید علماء محققین" کے مشاغل و عزائم کی کچھ جھلکیاں ہم وقتاً فوقتاً پیش کرتے رہتے ہیں۔ اس ادارہ کے "شہرہ آفاق محقق" ڈاکٹر فضل الرحمٰن کا اصل روپ بھی اب مسلمانوں سے مخفی نہیں رہا ـــــ یہ بات بالکل واضح اور قطعی ہے۔ کہ مسلمانوں کو وہ اسلام درکار ہے، جو محمد عربی علیہ السلام سے خلفائے راشدین، صحابہ کرامؓ، تابعین، ائمہ اربعہ (ابوحنیفہؒ، شافعیؒ، احمد بن حنبلؒ، مالکؒ) غزالی، و رازی اور شیخ عبد القادر جیلانی رحمہم اللہ کی وساطت سے پہنچا۔ وہ اسلام ہرگز نہیں جو عیسائی اور یہودی مستشرقین، شاخت، اسمتھ، اور گولڈ تسیہر اور ان کے شاگردان رشید پیش کریں۔ ہم مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ کا اسلام چاہتے ہیں۔ نہ کہ میکگل اور برطانیاں کی یونیورسٹیوں کا۔ اگر واقعی حکومت اسلامی قوانین اور اسلامی اقدار کا نفاذ چاہتی ہے تو یہ کام ہرگز ایسے اداروں سے نہ ہو سکے گا۔ جن کے مساعی کا نتیجہ سوائے ضیاع وقت و سرمایہ کے اور کچھ نہیں نکلتا۔ اور جن کی تحقیقات مسلمانوں کی مزید دلشکنی اور نظریہ پاکستان سے انحراف، باہمی تفریق و انتشار اور پاکستان کی سالمیت کو نقصان کا باعث بن رہی ہیں۔ ـــــ اگر صاف دلی اور اخلاص سے اسلام کی بالاتری گوارا اور مطلوب ہے تو اس اسلام کو، اس

اسلامی قانون کو میدان میں لائیے جسکی صداقت اور سچائی پر چودہ سو سال سے مسلمانوں کا ایمان ہے۔ نہ وہ اسلام جو بیسویں صدی کے مغرب زدہ ٹیڑھے دماغ اور گمراہ قلوب کی پیداوار ہے اور اگر اس قسم کے اعلانات اور منصوبوں سے محض دفع الوقتی مقصود ہے۔ تو خدارا اسلام کو ماڈرن بنانے اور اس کا حلیہ بگاڑنے کا یہ مشغلہ بند کروا دیجئے۔ ہمیں یقین ہے جس خدا نے "اسلام" کو تاقیامت پسندیدہ دین قرار دیا وہ اسکی حفاظت بھی کر سکے گا۔ وَاِن تتولوا یستبدل قوماً غیرکم ثم لایکونوا امثالکم۔

افسوس کہ بزم قاسمیؒ اور محفل شیخ الہندؒ کی ایک ایک شمع خاموش ہوتی جا رہی ہے۔ برطانوی سامراج کے استیصال اور مسلمانوں کی دینی و فکری قیادت کیلئے دارالعلوم دیوبند نے جو لشکر جرار تیار کیا اس کا ایک ایک اولوالعزم سپاہی اٹھتا جا رہا ہے۔ کچھ خال خال نظر آرہے ہیں، وہ بھی آمادہ رحیل ہیں۔ ان جانسپارانِ ملک و ملت اور موجودہ نسلوں کے درمیان بیچ کی یہ کڑیاں بھی نکل جائیں گی۔ مگر آنے والوں کے لیے ان لوگوں کی قربانیوں سے بھرپور اور تابناک زندگی روشنی کے مینار کا کام دے سکے گی۔ حضرت مولانا عبدالحنان صاحب ہزاروی مرحوم کا وجود بھی انہی ارباب عزیمت اور علمبردارانِ حق علماء میں سے تھا جن کا پچھلے ماہ بالاکوٹ (ہزارہ) میں انتقال ہوا۔ تدفین بھی اس پاکیزہ سرزمین میں ہوئی جو سیدین شہیدین (امیر المومنین سید احمد شہیدؒ اور سیدنا شاہ اسماعیل شہیدؒ) کے خون شہادت سے لالہ زار بنی تھی۔ مولانا عبدالحنان صاحب ہزاروی جید عالم، بہترین و بے بدل خطیب تھے۔ زندگی بھر ہر دینی و ملی تحریک میں نمایاں حصہ لیا۔ خواہ استخلاص وطن کی تحریک ہو یا ختم نبوت کا مسئلہ تقسیم سے پہلے جمعیۃ العلماء ہند اور تقسیم کے بعد جمعیۃ العلماء اسلام میں نمایاں کام کیا کیسی ہی نازک گھڑی ہو حق کہنے سے کبھی دریغ نہ کیا۔ لایخافون فی اللہ لومۃ لائم۔ ان کا شیوہ رہا۔ وہ حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمدؒ مدنی کے جان نثار خادم اور حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ کے نہ صرف تلمیذ بلکہ منظورِ نظر رہے۔ مولانا کے قیام لاہور کے دوران حضرت شاہ صاحب مرحوم نے بارہا انہیں میزبانی اور اسفار میں رفاقت کا شرف بخشا۔ دارالعلوم حقانیہ کے لیے تو مولانا کی وفات ایک مخلص اور سرگرم رکن کی جدائی ہے۔ ابتدائے تاسیس ہی سے دارالعلوم کی ترقی میں ہر طرح حصہ لیتے رہے، منافق و جابہت کے استعمال سے بھی گریز نہ کیا۔ ان کی زندگی کے یہ مختلف ادوار اس حقیقت